

رسائل و مسائل

سوال :-

آپ نے میرے مضمون ”قرآن میں چوری کی سزا پر جو اظہار خیال فرمایا ہے اس کے لیے شکریہ ! اب اسی قسم کا ایک اور مضمون ”قرآن میں زنا کی سزا“ کے عنوان سے بھیج رہا ہوں۔ میری اس سہ ماہیہ کے آپ اس پر بھی اظہار خیال فرمائیں۔ اگر خدا کو منظور ہو تو جناب کی دونوں تنقیدوں کا ایک جا جواب دوں گا۔ یہاں سرسری طور پر اس قدر گزارش کرنا ضروری ہے کہ آپ نے میری اس تشریح کے بارے میں نکتہ چینی نہیں فرمائی کہ قرآن نے جو سزا بیان کی ہے وہ زیادہ سے زیادہ سزا ہے، اور کم سے کم سزا سنج کی قوت قہری پر منحصر ہے۔ اور نہ اس بارے میں کچھ فرمایا کہ دنیا میں کسی جرم کی سزا مجرم کو آخرت کی سزا سے محفوظ رکھتی ہے۔

نوٹ :- مستفسر کے محولہ بالا مضمون کے چند ضروری اقتباسات

درجہ ذیل ہیں، تاکہ ان کی روشنی میں جواب کو دیکھا جاسکے (ادارہ)

ہم اپنے سابقہ مضمون (قرآن میں چوری کی سزا) میں بتلا چکے ہیں کہ سارق سے مراد سرقہ کے تمام مددگار لوگ ہیں، خواہ وہ مؤنث ہوں یا مذکر اور خود عورت اگرچہ چور ہے تو وہ لفظ سارق میں بھی داخل ہے اور سارقہ بھی ہے۔ یہاں بھی لائیت الزانیۃ والزانیۃ میں) وہی کیفیت ہے۔ زانیہ میں فعل زنا کے تمام مددگار لوگ شامل ہیں، خواہ وہ دلال ہوں، دلالہ ہوں یا پیغام رساں ہوں، یا زانیوں کے لئے آسانیاں فراہم کرنے والے، یا زنا کے مفعول ہوں، وغیرہ وغیرہ۔ ”چور کی سزا کو بیان کرتے ہوئے ”سارقہ“ کو سارق کے بعد لایا گیا تھا، آخر کوئی وجہ ہونی چاہیے کہ یہاں زانیہ کو زانی سے پہلے لایا گیا۔ ہمیں جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ چوری کے جرم میں بڑا مجرم چور ہوتا ہے اور اس کے مددگار بعد میں، مگر زنا کی صورت میں زنا کے مددگار یعنی زانیہ زانی سے مقدم ہیں، کیونکہ ان کی امداد اور رضامندی کے بغیر فعل زنا

واقع ہی نہیں ہو سکتا، اس واسطے اسے پہلے لایا گیا۔ قرآن نے زنا کی دو منزائیں بیان کی ہیں، ایک بیک
 زانیوں کو ۱۰۰ کوڑے مارے جائیں اور دوسری یہ کہ ان کا مقاطعہ (بروٹے آیت الزانی لا ینکح.....) ہو
 (ن۔ ص) کر دیا جائے۔ یعنی ان کو مومنین کی جماعت سے علیحدہ کر کے یہ اجازت نہ دی جائے کہ وہ دوبارہ یکے بغیر
 مومنین کے اندر نکاح کریں۔ قرآن میں دیگر احکام کی رو سے مومن کا مشرک کے ساتھ نکاح جائز
 نہیں اور یہاں اس کے خلاف ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مشرک اور مشرک کہنے لغوی معنوں میں استعمال
 ہوئے ہیں، یعنی مشرک وہ عورت ہے جو اپنے خاوند کے ساتھ کسی دوسرے کو خطا اٹھانے میں شریک کرے
 اور مشرک وہ مرد ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر عورت کو خطا حاصل کرنے میں شریک کرے۔
 پس زانیہ اور مشرک کے معنی میں فرق ہے۔ مشرک شوہر دار زانیہ ہے، اور زانیہ وہ مرد یا عورت ہے جو فعل زنا
 میں کسی دوسرے کی مدد کرے، اپنے آپ کو مفعول بنانے سے یا کسی دوسری طرح۔ اسی طرح زانی اور مشرک
 میں فرق ہے۔ زانی عام ہے، خواہ اس کی بیوی ہو یا نہ ہو، اور مشرک وہ زانی ہے جس کی بیوی ہو۔
 جو عالم صاحبان ہمارے اس قول کو نہیں مانتے وہ زانی کے لئے صرف ایک ہی سزا تجویز کریں گے، یعنی ستوں
 کوڑے، دوسری سزا مقاطعہ ان کے لئے کوئی سزا نہ ہوگی۔ ظاہر ہے کہ یہ ستوں کوڑے انتہائی
 سزا ہے۔ ہم نے اپنے مضمون (قرآن میں چور کی سزا) کے اندر لکھا تھا کہ چور کی سزا ہاتھ کاٹنا انتہائی سزا ہے
 کم سے کم سزا جج کی قوت تیزی پر منحصر ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسلام کی تعزیرات کی کتاب
 یعنی قرآن مجید اس قاعدے کے خلاف سب مجرموں کے لیے ایک ہی سزا تجویز کرے اور سب کو ایک ہی
 ناشی سے ہانکے، حالانکہ ہر ایک مجرم کے حالات مختلف ہوتے ہیں جن پر جرم کی شدت اور خفت کا دار و مدار
 ہوتا ہے۔ ”یہی وجہ ہے کہ خلفائے اربعہ اور خود رسول اکرم نے زنا کی انتہائی حالتوں میں ستوں
 کوڑوں کی سزا کو کافی خیال کر کے مجرمین کو جرم کی سزا دی، یعنی فتوائے موت صادر کیا۔“ ہمارے

۱۔ گویا ستوں کوڑے کی سزا کا زیادہ سے زیادہ ہوتا بھی صحیح نہ رہا۔ اگر قرآن نے زیادہ سے زیادہ سزا بیان کر دی تھی تو پھر
 کوئی جج اس سے پیچھے تو رہ سکتا تھا لیکن آگے بڑھنے کا مجاز نہ تھا۔ (ن۔ ص)

زمانے میں یہ صحیح جائز ہے یا نہ؟ کم از کم اتنا تو معلوم ہے کہ قرآن میں رحم کا کوئی ذکر نہیں اور جب حالت یہ ہے تو اسے کیوں ایک مفسوخ التلاوة اور قائم الحکم آیت کی بنیاد پر زیر بحث لایا جاوے؟۔۔۔ البتہ عقل اس امر سے بغاوت کرتی ہے کہ بیٹی یا بیٹھی کے ساتھ زنا کرنے والے کو فہذہ نہ ہونے دیا جائے۔ اس لئے اگر بعض مخصوص حالتوں میں زانی کے خلاف سوت کا فتویٰ صادر کیا جاوے تو یہ عذر کوئی ہرج مرجع نہ ہو نہیں ہوتا۔ مگر وہ صرف فتوائے سوت ہو، فتوائے رحم نہ ہو! کیونکہ رحم آج عرب کے خلاف ہے اور کوئی انسانی غیرت رحم کو گوارا نہیں کر سکتی۔۔۔ اس بات کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ زنا اور چوری کے جرموں کی سزا میں ایک بنیادی فرق ہے۔ وہ یہ کہ چور کو توبہ کرنے کا موقع سزا سے قبل دیا گیا ہے اور زانی کو سزا کے بعد دیا۔ (آیت الا ان یسئلا بواہی بعد اذ اذاع۔۔۔ الخ) ہاں ذالک کا اشارہ سزا کی طرف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زانی کسی صورت میں حد سے بری نہیں ہو سکتا مگر یہ تو بہ کر کے حد سے بری ہو سکتا ہے، بشرطیکہ قاضی قبول کرے (ماخوذ از بیجام ص ۲۰، ۲۱ نومبر ۱۹۵۷ء)

جواب :-

عنایت نامہ مع مضمون ”قرآن میں زنا کی سزا“ پہنچا۔ آپ کے پہلے مضمون اور اس دوسرے مضمون کو بغور پڑھنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں (اور میرے اس اظہار رائے پر آپ برائے مانیں) کہ آپ آیات قرآن کی تاویل و تفسیر اور اسلام شرعیہ کی تشریح میں وہ احتیاط ملحوظ نہیں رکھتے جو ایک خدا ترس آدمی کو ملحوظ رکھنی چاہیے۔ اگر آپ میری نصیحت مانیں تو میں دو باتیں بطور اصول کے آپ کو بتاؤں۔ ایک یہ کہ آپ بطور خود اپنے نظریات قائم کر کے قرآن و سنت سے ان کے حق میں دلائل ڈھونڈھنے کا طریقہ چھوڑ دیں اور اس کے بجائے قرآن و سنت سے جو تعلیم ملے اس کے مطابق نظریات قائم کیا کریں۔ دوسرے یہ کہ قرآن و سنت سے کسی مسئلے کا استنباط کرتے وقت سلف کے مجتہدین و مفسرین و محدثین کی تشریحات کو سرے سے نظر انداز نہ کر دیا کریں۔ آپ کو اختیار ہے کہ ان میں سے ایک کی رائے کو چھوڑ کر دوسرے کی رائے قبول کر لیں، لیکن ان میں سے کسی ایک کا آپ کے ساتھ رہنا اس سے بہتر ہے کہ آپ ان سب سے الگ اپنا مستقل مذہب بنائیں۔ تقریباً صرف اس صورت میں جائز ہو سکتا ہے جبکہ آپ قرآن و سنت کے گہرے مطالعے سے اعلیٰ درجے کی محققانہ بصیرت ہم پہنچا چکے ہوں (جس کی علامات آپ کی تحریروں میں مجھے

نظر نہیں آتیں) اور جس مسئلے میں بھی آپ اپنی منفرد رائے ظاہر کریں اس میں آپ کے دلائل نہایت مضبوط ہوں۔ ان دو باتوں کو اگر آپ ملحوظ رکھیں گے تو مجھے امید ہے کہ اُس طرح کی غلطیوں سے محفوظ رہیں گے جو میں نے آپ کے مضامین میں پائی ہیں۔

میرے لئے آپ کے مضامین پر مفصل تنقید کرنا تو مشکل ہے، البتہ جو نمایاں غلطیاں بیک نظر دیکھ سکا ہوں انہیں بیان کئے دیتا ہوں۔

(۱) آپ کا یہ قول ایک حد تک صحیح ہے کہ قرآن میں چوری اور زنا کی جو سزا بیان کی گئی ہے وہ انتہائی سزا ہے، کم سے کم سزاج کے اختیار تمیزی پر موقوف ہے۔ لیکن اس سے بڑی غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے، اگر اس بات کی تصریح نہ کر دی جائے کہ جب زنا کے لئے وہ شہادت بہم پہنچ جائے جو شرعاً ضروری ہے، اور جب شرعی قواعد کے مطابق چوری کا جرم ثابت ہو جائے تو پھر چوری اور زنا کی وہی حد جاری کرنی پڑے گی جو قرآن میں مقرر کر دی گئی ہے۔ اس صورت میں حد سے کم سزا دینے کا حق کو اختیار نہیں۔ البتہ کمتر درجہ کی چوریاں کمتر درجہ کی سزائوں کے قابل ہوں گی، اور ثبوت زنا کے بغیر اگر کمتر درجہ کے فواحش شہادت یا قرائن سے ثابت ہوں گے تو ان پر کمتر درجہ کی سزائیں دی جاسکیں گی۔

(۲) آپ نے اپنے اس غمخیز بیان میں بھی اپنی سابق غلطی کا اعادہ کیا ہے کہ الزانیہ کے معنی "فعل زنا کے مدعا گو" بیان کیے ہیں اور اس سے مراد "دلال، دلالہ، پیغام" سارے الزانی وزانیہ کے لئے آسانیاں ہیں، ہم پہنچانے والے" لینے ہیں۔ قرآنی صریح طور پر اس معنی سے ابا کرتا ہے۔ جس آیت میں زانی وزانیہ کی سزا بیان کی گئی ہے اس میں الزانی سے پہلے الزانیہ کا ذکر ہے اور پھر دونوں کے لئے ایک ہی سزا مقرر کی گئی ہے کہ فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة (دونوں میں سے ہر ایک کو ستوا کوڑے مارو) لیکن آپ نے اس پر بھی اپنی رائے کو قرآن کے مطابق بدلنے کے بجائے قرآن کے حکم کو اپنی رائے کے مطابق بدلنے کی کوشش فرمائی۔ یہ بڑی بے اجابت ہے جس سے پرہیز واجب تھا۔

(۳) مشرک اور مشرکہ کے جو معنی آپ نے بیان کیے ہیں یعنی مشرکہ وہ عورت ہے جو اپنے خاوند کے ساتھ دوسرے کو خطا ٹھٹھانے میں شریک کرے اور مشرک وہ مرد ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر عورت کو خطا

حاصل کرنے میں شریک کرے) یہ بالکل ہی ایک آزادانہ معنی آفرینی ہے جس کے لئے نہ محنت میں کوئی بنیاد پائی جاتی ہے، نہ اصطلاح میں، اور نہ کوئی قرینہ ہی ایسا موجود ہے جس کی بنا پر ایسے دور از قیاس و گمان معنی لئے جاسکیں۔ آیت الزانی لا ینکم الا انما ینکم او مشرکة..... الخ میں لا ینکم سے مراد لا یلیق بہ ان ینکم ہے یعنی زانی ایک ایسا بدکار ہے کہ وہ کسی عقیقہ مومنہ سے نکاح کرنے کے لائق نہیں ہے، اس کے لیے اگر موزوں ہو سکتی ہے تو ایک بدکار یا مشرک عورت ہی ہو سکتی ہے، اور زانیہ ایک ایسی فاسقہ و فاجرہ ہے کہ وہ کسی باعصمت مومن کے لیے موزوں نہیں ہے، وہ اگر نکاح کے لائق ہے تو ایک بدکار یا مشرک مرد کے لیے ہو سکتی ہے۔ اس سے مقصود فعل زنی کی تباہیت و شاعت واضح کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ صالح اہل ایمان کو معروف بالزنا مردوں اور عورتوں سے مناکحت کے تعلقات نہ قائم کرنے چاہئیں۔

(۴) یہ ایک عجیب بات میں نے دیکھی کہ آپ خود تسلیم فرما رہے ہیں کہ خلیفے اربعہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کی انتہائی حالتوں میں دہ زانی محسن کی آپ تصریح نہیں کرتے) مجرمین کو رحم کی مراد دی ہے، مگر پھر بھی آپ یہ کہنے میں تامل نہیں کرتے کہ ”رحم آج کل کے تمدن کے خلاف ہے اور کوئی انسانی طبیعت رحم کو گوارا نہیں کر سکتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اپنے ان انسان پر آپ خود اگر کبھی غور کریں گے تو آپ کو نہایت محسوس ہوگی۔ کیا کوئی انسانی طبیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ پاکیزہ اور رحیم و شفیق ہو سکتی ہے؟ اور کیا ہم مسلمانوں کے لئے آج کل کا تمدن رحیم و شفیق (لا تہدن!) کوئی مسیار حق ہے؟

یچند معروفات میں صرف اس لیے پیش کر رہا ہوں کہ آپ نے خود مجھ کو اپنے مضامین پر تنقید کی دعوت دی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ جب بتانا ہرادل رکھتے ہیں کہ تنقید کی خود دعوت دیتے ہیں تو آپ ضرور میری ان باتوں کو ٹھنڈے دل سے پڑھیں گے اور اگر حق معلوم ہوں گی تو قبول کریں گے۔ (۱-م)

سود اور زمین کے کرائے میں فرق

سوال:

روپے کے سود اور زمین کے کرائے میں کیا فرق ہے؟ خاص کر اس صورت میں جبکہ دونوں